بنگالہ کے تین بزرگ

وفا راشدی

بنگال میں جلال نام کے تین اولیاء اللہ محو خواب ہیں: شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ، شاہ جلال یمنی رحمۃ اللہ، شاہ جلال دکنی رحمۃ اللہ۔ یہ حضرات صوفیائے کرام اور بزرگان دین میں سے تھے، جن کی ذات بابرکات کی بدولت سرزمین مشرقی پاکستان میں تجلیات الہی انوار محمدی کی ضیاپاشی ہوتی رہی، جن کے سبب اسلامی تہذیب و تمدن کی کرنیں پھوٹیں۔ اور جن کے رشد و ہدایات، کشف و کرامات، روحانی کرامات اور علوم و فیوض کا سرچشمہ آج تک جاری و ساری ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ

شیخ جلال الدین تبریزی سہروردیؒ سرزمین بنگال کے ان اولیاء کبار میں سے تھے جنہیں اللہ جل شانہ نے کمال باطنی و علوم ظاہری دونوں سے یکساں نوازا تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت شہر تبریز جیسی پاک سرزمین میں ہوئی۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ شروع میں آپ صاحب ثروت ہی نہ تھے بلکہ تاجدار مملکت بھی تھے لیکن تجلیات الہی کے آگے دنیاوی بادشاہت اور ظاہری چمک دمک ماند پڑ گئی۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کو تخت و تاج کا وارث بنا دیا اور خود منزل سلوک کی طرف گامزن ہوئے۔

آپ شیخ الشیوخ، پیشوائے اولیاء، حضرت شہاب الدینؒ کے مرید خاص تھے۔ آپ جس تن دہی، محنت، عقیدت، جوش و خروش کے ساتھ سات سال تک اپنے سالکِ اکمل، اور مرشد کامل کی خدمت میں مصروف رہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت شہاب الدینؒ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی اس لئے جہاں کہیں تشریف لے جاتے اپنے متبع شریعت، مرید کو بھی ساتھ رکھتے۔

دہلی میں حضرت شہاب الدینؒ کے خلیفہ حضرت مخدوم بہاالدین سے آپ کے تعلقات قائم ہوئے۔ بادشاہ وقت سلطان التمش پہلے ہی سے آپ کے بہت قدرداں اور عقیدت مند تھے۔ وہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے بدایوں کے دوران قیام حاکم بدایوں قاضی کمال الدین بھی آپ کے روحانی کمال کے قائل ہوئے اور جب تک آپ وہاں مقیم رہے آپ کی روحانی صحبتوں سے متفیض ہوتے رہے۔

حضرت جلال الدینؒ تبریزی حقیقت و معرفت کی جستجو میں دہلی، ملتان، بدایوں، اودھ، بہار بنگال کی سیر و سیاحت فرماتے رہے۔ ہر جگہ بڑے بڑے بزرگوں، فقیروں، درویشوں، کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ جب آپ بنگال کے ایک گاؤں پنڈوا (جو ضلع مالوہ میں لکھنوتی کے قریب ہے) میں پہنچے تو اس زمانہ میں یہ مقام ہندوؤں کی مقدس عبادت گاہ سمجھا جاتا تھا۔ پورا لکھنوتی کفرستان بنا ہوا تھا وہاں کسی مسلمان کو داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ شہرۂ آفاق سیاح ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی تھی۔ اس کے سفرنامہ میں پنڈوا کے پورے حالات ملتے ہیں۔ "انوار اصفیا" میں ان حالات کا اقتباس ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

"پنڈوا میں ہندوؤں کا ایک مشہور مندر تھا جہاں کالی کی پوجا ہوتی تھی جس کی زیارت کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ اس مندر اور بتخانہ کی وجہ سے پنڈوا کی شہرت سارے بنگال میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں بکثرت پجاری تھے، اور بکثرت بت تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ سہروردی کی عمر ایکسو پچاس برس کی ہو چکی تھی۔ دبلے پتلے اور کشیدہ قامت شخص ہیں۔ میرے آنے کا حال اپنے کشف سے معلوم کر کے اپنے مریدوں کو دو منزل آگے میرے استقبال کو بھیج دیا۔ انہیں دیکھا ایک عمدہ قسم کا چغہ پہنے بیٹھے ہیں جو مجھے پسند آیا۔ انہوں نے اسی وقت چغہ اتار کر مجھے کر دیا اور مریدوں سے کہا کہ دے تو رہا ہوں مگر یہ چغہ ان کے پاس رہنے گا نہیں۔ ایک کافر بادشاہ ان سے چھین کر میرے ہی بھائی کو دے دے گا۔ میں نے اسی وقت سے اس کی پوری حفاظت کی اور اس امر کا تہیہ کر لیا تھا کہ میں اسے کسی بادشاہ کے سامنے پہن کر جاؤں گا ہی نہیں۔ مگر ایک شیخ وقت کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہرگز غلط نہ ہو سکتی تھی۔ چین میں جب پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نے وہ چغہ مجھ سے بہ جبر چھین لیا کہ بہت خوبصورت قیمتی تھا لیکن اس کے عوض اپنی طرف سے ایک بیش بہا خلعت، ایک گھوڑا اور کچھ نقد روپیہ عطا کیا۔ مجھے اس وقت شیخ کا قول یاد آیا لیکن میری حیرت کا وہ عالم

بھی دیکھنے کے قابل تھا جب میں نے چین ہی کے ایک اور شہر میں وہ چغہ ایک اور درویش شیخ برہان الدین کو پہنے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ علامہ اس میں حیرت کی کون سی بات ہے میرے بھائی شیخ جلال الدین نے یہ چغہ حقیقت میں میرے ہی لئے بنایا تھا اور مجھے ایک خط میں اطلاع دی تھی کہ اطمینان رکھو تمہیں یہ چغہ کسی نہ کسی ذریعہ ضرور پہنچ جائے گا۔ یہی نہیں انہوں نے مجھے وہ خط بھی دکھایا۔"

حضرت شیخ جلال الدینؒ کی آمد سے نہ صرف پنڈوا اور اس کے قرب وجوار میں شمع ہدایت روشن ہوئی بلکہ بنگال کے اکثر ضلعوں میں بھی بت پرستی کا قلع قمع ہوا۔ اور بت خانوں کی جگہ منبروں اور خانقاہوں نے لے لی۔ آپ ہی کی ذات مبارک کے طفیل بنگال میں سلسلۂ سہروردیہ جاری ہوا۔ حضرت شیخ برہان الدین آپ کے قابل فخر اور باکمال خلیفہ تھے حضرت جلال کی ریاضات و کرامات کے کرشمے بہت ہیں جو روحانیت سے پر ہیں۔ بندرگاہ دیو محل کے قریب میں آپ کا آستانہ ہے یہ مقام آپ کی آمد سے قبل بت پرستوں کا ٹھکانا تھا جو آپ کی سکونت کے بعد خدا پرستوں کی سجدہ گاہ بن گیا۔ آپ نے دیو محل میں ۶۴۲ھ میں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار آج تک زیارت گاہ عالم ہے۔

شاہ جلال یمنی سلہٹیؒ

کافرستان تھا سلہٹ، در و دیوار سے پوچھ
کون آیا تھا یہاں کس کی اذانیں گونجیں

یہ شعر سلہٹ کے بانی اسلام شیخ المشائخ حضرت شاہ جلال یمنیؒ سے منسوب ہے۔ جنہوں نے سلہٹ کی دنیائے کفر کو شمع اسلام سے روشن کیا۔ ہزاروں انسانوں کو الحاد و گمراہی کے بجائے حق و صداقت کی راہ دکھائی، سلہٹ میں حضرت شاہ جلال کے ورودِ مسعود کے سن وسال کے سلسلے میں مؤرخوں کے بیانات مختلف ہیں۔ کوئی ۱۳۴۸ء بتاتا ہے اور کسی کے نزدیک ۱۳۰۳ء ہے لیکن تحقیقات کے آئینہ میں ۱۳۰۳ء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ سلہٹ میں حضرت شاہ جلالؒ کی آمد کی داستان بڑی دلچسپ اور روحانیت سے لبریز ہے۔ آج سے چھ سو سال پہلے جب حضرت شاہ جلال سلہٹ تشریف لائے، اس وقت اسلام کا نام لیوا واحد بندۂ خدا برہان الدین نامی ایک شخص تھا جو وہاں کے

لہ سلہٹ گہوارۂ اسلام (بنگالی نسخہ) از مفتی اظہر الدین احمد صدیقی

راجہ گوڑ گوبند کے ظلم وستم کا شکار تھا۔ روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ برہان الدین کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا اس نے اس کی ولادت کی خوشی میں اللہ تبارک تعالیٰ کے نام پر ایک گائے بطور صدقہ ذبح کی۔ راجہ نے اس پر اس کے لخت جگر اور نور چشم کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا اور برہان الدین کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا۔ راجہ گوبند کے تشدد کی خبر دور دور تک پھیل گئی جب یہ روح فرسا خبر دہلی کے بادشاہ وقت علاؤالدین خلجی تک پہنچی تو اس نے اپنے بھانجے سکندر خاں غازی کی کمان میں راجہ کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ سکندر غازی نے راجہ پر دو بار حملے کئے اور ہر بار اسے شکست ہوئی۔ شاید قدرت نے اس کفرستان میں آفتاب اسلام طلوع ہونے کے لئے ایک مرد مجاہد کا انتخاب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے پیر حضرت شاہ جلالؒ کشاں کشاں فیوض وکرامات کا مینھ برساتے ہوئے مکّہ معظمہ سے دریائے برہمپتر تک پہنچے۔ حضرت موصوف کے ہمراہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) اولیائے کرام تھے جو حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ حضرت جلال نے اپنے مصلّے کو دریا میں ڈالا۔ اللہ کا نام لے کر اس پار سلہٹ کی وادیوں میں پہنچے حضرت جلالؒ اور ان کے ساتھیوں کا راجہ گوڑ گوبند سے مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ راجہ گوبند کو زبردست شکست ہوئی اور جنگل کی طرف فرار ہو گیا۔ حضرت جلال نے سکندر غازی کو حکومت کی باگ ڈور سونپ دی اور خود یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اس طرح حضرت جلالؒ کے دم قدم سے نہ صرف سلہٹ بلکہ سارے بنگال میں پرچم اسلام بلند ہوا۔ ایمان کی تلواروں نے معنوی خداؤں کے بت ڈھا دیئے یہ وہ زمانہ تھا جب علاالدین خلجی پایۂ تخت دہلی پر رونق افروز تھے اور بنگال کی عنان حکومت سلطان شمس الدین کے ہاتھوں میں تھی۔

حضرت شاہ جلال الدینؒ کے آباؤ اجداد یمن کے رہنے والے تھے۔ حضرتؒ کے والد ماجد حضرت محمد بن ابراہیم برگزیدہ ہستیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت موصوف بخارا کے قریب تونیا (کنیا) نامی ایک گاؤں میں اقامت پذیر تھے۔ حضرت اپنے وادھیال کی طرف سے قریشی الاصل تھے۔ حضرتؒ کے ننھیال کا سلسلہ اہل سادات سے جا ملتا ہے۔ حضرت کمنی ہی میں پدر بزرگوار کی شفقت ومحبت سے محروم ہو گئے۔ حضرتؒ کے ماموں حضرت سید احمد کبیر الدین حضرت سیّد جلال سرخ بخاریؒ نے حضرت کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا، حضرت سیّد احمد کبیرؒ اپنے وقت کے صاحب علم وعرفان اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، حضرت جلالؒ نے آپ ہی کے حلقۂ

میں رہ کر حقائق و معارف کے درس حاصل کئے اور معرفت و تصوف کے نکات سے بہرہ ور تھے حضرت اپنے ماموں موصوف کے ساتھ مکہ معظمہ میں حجرہ نشین تھے کہ ایک روز ایک ہرنی نے شیر کے ظلم سے تنگ آکر حضرت احمد کبیر سے اپنی زبانِ بے زبانی سے فریاد کی آپ نے اپنے بھانجے اور مرید حضرت جلال سے فرمایا "تم اس معاملہ کا فیصلہ کردو" حضرت جلال نے جب شیر کی تلاش میں جنگل کی راہ لی تو حضرت کبیر کے دل خیال آیا کہ اگر اس درندے کو داہنے ہاتھ کی تین انگلیوں سے اور بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے طمانچہ مارا جائے تو اس کی یہ سزا کافی ہوگی۔ حضرت جلال کو کشف کے ذریعہ اپنے پیر و مرشد کے اس خیال پاک کا علم ہوگیا۔ چنانچہ حضرت نے ایسا ہی کیا جب حضرت اپنے ماموں کی خدمت میں واپس تشریف لائے اور احوال بیان فرمایا تو حضرت کے مرشد بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"تم اب واقف اسرار و رموز ہو۔ جاؤ! اور سرزمین ہند میں جاکر واحدانیت حقہ کے چراغ جلاؤ اور دین حق کی تبلیغ کرو۔" پھر اپنے حجرۂ مبارک کی تھوڑی سی مٹی اپنے دست مبارک سے اپنے ہمشیرہ زادے کو عنایت فرمائی۔ اور ہدایت فرمائی۔

"اس مقام پر سکونت اختیار کرو جہاں کی مٹی اس مٹی کی رنگ و بو اور ذائقہ سے مشابہت رکھتی ہو۔" حضرت اپنے پیر و مرشد کے حسب ہدایت عازم سفر ہوئے تھے کہ راستہ میں سکندر غازی کی فوج کے ساتھ ہولئے اور سلہٹ کا رخ کیا جس کا حال اوپر بیان کیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت کے مزار مقدس کی زمین کی مٹی میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جس کی طرف حضرت کے ماموں حضرت سید احمد کبیر نے اشارہ فرمایا تھا۔

"جب حضرت شاہ جلال شہر دہلی میں پہنچے تو حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ایک مرید نے حضرت کے ولایت کی مخالفت میں کچھ باتیں حضرت سے کہیں۔ جب نظام الدین اولیاء نے یہ باتیں سنیں تو آپ نے کشف کے ذریعہ ان کی حقیقت معلوم کی چونکہ یہ باتیں غلط ثابت ہوئیں اس لئے آپ نے مرید کو اس خیال بد سے روکا اور دو آدمی حضرت جلال کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت نظام الدین کا سلام پہنچایا۔

حضرت جلال نے سلہٹ میں ابتدائی دو سال سلطنت کے نظم و نسق میں صرف کئے اور باقی پینتیس سال خدمت خلق اور ریاضت و عبادت میں گذار دیئے۔ حضرت نے بروز جمعرات ۲۰ ذی قعدہ ۷۴۶ھ کو وصال فرمایا۔

"ابن بطوطہ محمد بن تغلق کے عہد حکومت میں مراکش سے ہندوستان آیا تھا۔ اس نے بنگال کی سیر و سیاحت بھی کی تھی۔ وہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے۔

> متواتر چالیس سال سے آپ روزہ رہنے کے عادی ہو چکے تھے۔ صرف دسویں دن روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک گائے تھی جس کے دودھ سے روزہ کھولتے تھے۔ آپ قائم اللیل تھے۔ اس وقت آپ کا قد بلند بالا تھا اور رخسار پر بہت کم بال تھے۔ ان پہاڑوں کے باشندے آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ آپ انہیں لوگوں کے درمیان رہنے لگے تھے۔"

حضرت جلال کے مزار مبارک کے آس پاس ان شیدان اسلام کے مقبرے ہیں جو آپ کے ہمراہ سلہٹ تشریف لائے تھے مزار کے باہر درگاہ کے احاطہ میں ایک بہت بڑا ہی دیگ محفوظ ہے درگاہ کے باہر ایک تالاب ہے جس میں مچھلیاں ہیں۔ ان مچھلیوں کو کوئی نہیں مارتا اور نہ کبھی وہ تالاب سے باہر نکالی جاتی ہیں۔ رنگ برنگ کی ننھی منی مچھلیاں اچھلتی کودتی بھلی معلوم ہوتی ہیں روایت ہے کہ یہ چشمہ حضرت کے زمانہ میں جاری ہوا اور آج تک بے شمار امراض کا درماں ہے

حضرت جلال مجرد تھے آپ کے ہمراہ جو اللہ والے تھے ان کے خاندان کے بیشتر افراد درگاہ محلہ میں آباد ہیں۔ اس محلہ کے ایک صاحب دین اور صاحب علم و فضل بزرگ مولانا اظہرالدین احمد صدیقی کے جدامجد کا تعلق بھی انہیں اسلاف سے تھا۔

حضرت جلال کی وہ تلوار جس نے شجر کفر کو جڑ سے کاٹ دیا تھا۔ وہ کھڑاؤں جو آپ کے پائے مبارک کی زینت بنی تھی اور آپ کے کھانے کی مٹی اور کانسہ کے برتن، یہ سب چیزیں آپ کے تبرکات میں سے ہیں جو مولانا اظہرالدین صدیقی کے صاحبزادے ایڈوکیٹ کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کی زیارت سے حضرت کی شجاعت سادگی اور درویشانہ زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

شاہ جلال دکنیؒ

حضرت شاہ جلال دکنیؒ حضرت شاہ علی بغدادیؒ سے تقریباً سو برس قبل بنگال میں تشریف لائے تھے۔ آپ کا اصل وطن گجرات (ہندوستان) تھا۔ آپ حضرت پیارا کے خلیفۂ خاص تھے۔ حضرت پیارا جن کا وصال ۸۶۵ء میں ہوا۔ حضرت سید احمد گیسو دراز کے مرید تھے اور حضرت گیسو دراز نے حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے بیعت کی تھی۔ اس طرح حضرت شاہ جلالؒ کا سلسلہ نظامیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ہی کی ذات مبارک سے سلسلہ نظامیہ کا سارے بنگال میں جال پھیلا۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔

آسودگانِ ڈھاکہ مؤلفہ حکیم حبیب الرحمٰن (ص ۳۳) میں حضرت شاہ جلال دکنی کی شہادت کا حال لکھا ہے کہ۔

"آپ اپنے مریدوں کے حلقہ میں تخت پر بادشاہوں کی طرح متمکن ہوتے اور مریدوں کا حلقہ دست بستہ سامنے کھڑا رہتا۔ کسی کو خلاف شریعت پاتے تو سزا دیتے۔ حاکم وقت کو جو اس وقت چوک کے قلعہ میں رہتا تھا خبر لگی تو اس نے منع کرایا کہ اس سے دعوائے سلطنت کی بو آتی ہے مگر آپ غلبۂ حال کی وجہ سے نہ مانے۔ آخر شاہی فوج آئی اور آپ اور آپ کے مریدوں پر یورش بول دیا۔ جب تک مریدان قتل ہوتے رہے آپ یا قہار یا قہار کہتے رہے اور جب آپ پر تلوار چلائی گئی تو یا رحمان فرماتے ہوئے شہادت پائی۔ یہ واقعہ ۸۸۱ھ کا ہے۔"

حضرت شاہ جلال دکنیؒ موتی جھیل ڈھاکہ میں ایک گنبد کے اندر آسودہ ہیں پٹھانوں کے عہد میں آپ کا مزار مبارک معمولی طرز کا تھا۔ یہ شاندار گنبد عہد مغلیہ میں تعمیر کرایا گیا۔